اِسلام اور اشتراکیت

بُنیادی اختلافات

از ملک حامد حسین صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۲)

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہِ (ترجمہ:۔ تم (مسلمانو) ایک بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کی خدمت و ہدایت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی کو روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

مضمون کے پہلے حصّہ میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اشتراکیت اسلام سے کس حد تک مماثل ہے دوسرے حصّہ میں بنیادی فرق کو نمایاں کیا گیا ہے۔ میری نگاہ میں ان اختلافات کا وجود بالشویت کے لیے باعثِ افسوس ہے۔ میرے خیال میں بالشویک نے جو سب سے بڑی غلطی کی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسی خطرناک پالیسی کو اختیار کیا جس کا مقصد انکار وجود باری تعالیٰ اور نفی مذہب ہے۔ انکار ذاتِ باری تعالیٰ اور تشکیک دین کسی اشتراکی یا اشتمالی لائحہ عمل کے لیے چنداں ضروری نہیں۔ اشتراکیت کی اس صورتِ حال نے حریفان بالشویت کو ایک زبردست حربہ دے دیا ہے جو عوام میں خوف و ہراس پھیلاتے ہیں۔ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر وہ دنیا کی عظیم آبادی خصوصًا مشرق کے ذہن کو بدظن کر دیتے ہیں۔ اگر اشتراکی ریاست کے لیے منکرِ خدا ہونا کسی صورت سے بھی ضروری ہوتا تو ہم انہیں اس رویہ کے اختیار کرنے پر قصور وار نہ ٹھہراتے لیکن ناظرین اس سے یہ تصور نہ کریں کہ ہمیں ان اسباب و علل کا احساس

نہیں جنہوں نے روسی بالشویک حضرات کو اس رویہ کے لائحہ عمل بنانے پر آمادہ کیا کارل مارکس نے پہلے سے اشتمالیت پسندوں کے دماغ میں مذہب کے خلاف فتور پیدا کر دیا تھا، اور روس کا مروجہ مذہب اس قدر مردہ ہو چکا تھا کہ معاشرتی مصلحین اس کی عزت کرنا بھول گئے تھے۔ علاوہ بریں اس میں اس قدر رسمی خرافات داخل ہو گئی تھیں کہ اصلاحات کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ ازمنۂ وسطیٰ کی سی مذہبی تنگ نظری اوج کو پہنچ گئی تھی۔ مذہب کو اُس وقت عوام پر عجیب و غریب اقتدار حاصل تھا مگر یہ اثر نفسہ مضر اور تباہ کن تھا۔ روسی دربار میں نصرانی مذہب کا ہر دلعزیز نمائندہ ریسپوٹن (Rasputine) خیال کیا جاتا ہے جو کہ مشہور فاسد اور بدچلن تھا۔ زار سے اُس کی پہلی ملاقات ۱۹۰۵ء میں ہوئی جس کا زار نے اپنی ڈائری میں یوں تذکرہ کیا ہے "آج مجھ سے ایک (مردِ خدا) الموی انسان گری گوری سے ملاقات ہوئی جو کہ صوبۂ ٹوبالسک (Tobolsk) کا باشندہ ہے"۔ کہا جاتا ہے کہ مذکور کے سر پر ایک زخم کا نشان تھا یہ نشان اُس واقعہ کو بتلاتا ہے جبکہ وہ گھوڑا چراتے وقت بُری طرح مارا گیا تھا۔ وہ انسانِ سالک اصلاً ایک بے وقعت کسان تھا لیکن بتدریج اپنے حامیوں کا ایک نیا جتھا تیار کر کے Czarina پر پورا اثر جما لیا اور اس طرح زار بھی اُس سے بچ نہ سکا۔ ریسپوٹن کے متعلق ایک دفعہ خفیہ پولیس نے یہ رپورٹ کی تھی "ریسپوٹن آج صبح ۵ بجے شراب کے نشہ میں بدمست واپس آیا" "۲۵ اور ۲۶ تاریخ کی راتیں اُس نے ایک ایکٹریس کے ساتھ بسر کیں" غرضکہ اس کے خلاف متعدد الزامات ثابت ہو چکے ہیں۔ زارینہ اس کی حامی تھی، اور ہمیشہ زار کو مجبور کرتی کہ وہ اس کی قدر کرے۔ سرکاری خفیہ رپورٹوں کے جواب میں وہ عذر و بہانہ پیش کرتی۔ ایک مرتبہ اُس نے زار کو لکھا کہ وہ "ریسپوٹن کے خلاف لغو الزامات لگاتے ہیں کہ وہ عورتوں کا بوسہ لیتا ہے۔ پیغمبروں کے سوانح حیات کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہو گا کہ وہ لوگ بھی ہر شخص کو سلام کے طور پر پیار کر لیا کرتے تھے"۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام درباری بدچلن اور اوباش طبع واقع ہوئے تھے۔ پس اگر اشتراکیت پسند انہی اوباش درباریوں سے گھبرا کر انکارِ مذہب کی طرف رجوع ہوئے تو ان کا یہ عمل کسی طور پر بھی جائز نہیں کہا جا سکتا لیکن بدقسمتی سے

اور بھی بہت سے اسباب جمع ہو گئے تھے جس نے دہریت کی تحریک کو زوردار بنا دیا اگرچہ صرف ان اوباش مذہبی پیشواؤں کے وجود ہی سے گھبرا کر بہت سے لوگ رشتۂ نصرانیت سے علیحدہ ہو جاتے۔ وہ وجوہات جو انحراف دین کی اشاعت میں ممد ہوئے صرف خطۂ روس تک محدود نہ تھے۔ لامذہبیت یورپ میں عموماً اور مشرق کے ان ممالک میں خصوصاً جو یورپ کی کورانہ تقلید کرتے ہیں عام وبا کی طرح پھیل رہی تھی۔ نوجوان طبقہ لامذہبیت کی طرف مائل تھا اگرچہ سائنس کی نئی معلومات ایک ایسی ذات کے تصور کو تصدیق کرتی تھیں جو علیم، خبیر، مصور کے اوصاف سے متصف ہو۔ انتہائی مادہ پرست بھی وحدت وجود کو مانتے تھے جن کے نزدیک فکر اور خیال بھی ایک مادی چیز تھی، پروفیسر جے۔ ایس۔ ہالڈین اور سر اولیور لاج کے لیے اپنے تمام تجربوں کے بعد ذات باری تعالیٰ اور روحانیت کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا لیکن اس زمانہ کے نوجوان سائنس اور فلسفہ کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ وہ وہم اور مروجہ رسم و رواج کی کورانہ تقلید کرتے تھے۔ مذہب کو متروک اور فرسودہ کہنا فیشن خیال کیا جاتا ہے، لیکن مشاہیر کی پرستش بھی آج کل کے فیشن میں داخل ہو گئی ہے۔ وہ جو لینن کی پرستش کرتے ہیں اس کی رہنمائی کو اندھوں کی طرح تسلیم کر لیتے ہیں —— ان میں ایک غلامانہ ذہنیت کام کر رہی ہے۔ وہ اس کی کمزوریوں پر آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے لیے ایک نیا بت تراش لیا ہے۔ وہ عقل و خرد کے گنجینہ سے اتنے ہی عاری ہیں جتنے ازمنۂ قدیم کے بت پرست۔ یہی حال مسولینی اور ہٹلر کے پجاریوں کا ہے۔ یہ بے عقل مقلدین اپنے مشاہیر کی وقعت ان کے اوصاف کو مبالغہ آمیزی کا رنگ دیکر گھٹا دیتے ہیں۔ اسلام کے علاوہ اور دیگر ادیان کے پیروکاروں کی مشاہیر پرستی کی غلامانہ ذہنیت دنیا میں لامذہبیت اور دہریت کے خیالات کی اشاعت کی ذمہ دار رہی ہے۔ یہی حال بالشویک کا بھی ہوا۔ وہ ادنیٰ دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں کبھی ایسے دیوتاؤں کی جن میں نیکی کے بجائے برائی اور کمزوری پائی جاتی ہے۔ پس ایک تعلیم یافتہ اور تجربہ کار مگر بے عقل متعصب اور نوجوان بالشویک کو لامذہبیت اور دہریت کی

تحریکات میں حصہ لینے پر مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے جبکہ وہ اسلام کے تصور ذات باری سے ناآشنائی محض ہے۔ اور جبکہ صرف یہی ایک تصور ہے جو مادہ پرست، زندیق اور دہریہ سبھی کو مطمئن بنا سکتا ہے اگر ایک دہریہ اپنے خاندان یا قبیلوں کے خدا کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا یا تثلیث سے انکار کرتا ہے تو وہ قصور وار نہیں ہے۔ ایک دہریہ جس کو آخرت سے کوئی واسطہ نہیں ایسے خدا کو جس کی ساری طاقت صرف آخرت میں نجات دلانے تک محدود ہے فراموش کر سکتا ہے کیونکہ وہ خدا اس مادی زندگی میں اسے مدد دینے سے معذور ہے۔ یہ صرف اسلام کا تصور الوہیت ہے جو روحانی اور مادی ترقی میں مدد کر سکتا ہے جو ایک طرف فرشتوں کی سی خصلت پیدا کر رہا ہے دوسری طرف اشتراکی ریاست کا ایک اچھا شہری بنا دیتا ہے۔

"اساس تہذیب میں جذبہ کی حیثیت" میں اشتمالی نقطۂ نظر سے مذہب کی تردید میں تین اہم اعتراضات پیش کیے گئے ہیں:۔

(۱) مذہب موجودہ معاشرتی نظام کو تقویت بخشتا ہے جس سے سرمایہ داری کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح لازمی طور پر غریبوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

(۲) (مذہب کی وجہ سے لوگ اوہام پرستی سے مغلوب ہو جاتے ہیں) مذہب لوگوں کو اوہام پرست بنا دیتا ہے اور اس طرح ترقی سائنس میں دخل دیتا ہے۔

(۳) مذہب ضروریات کے پیش آنے پر بجائے کام کرنے کی طرف مائل کرنے کے انہیں دعاؤں مناجات کے لیے ہاتھ بڑھانا سکھاتا ہے۔ پس وہ کاہل الوجود بن جاتے ہیں۔

کون اس سے انکار کریگا کہ دین اسلام کے علاوہ تمام مذاہب میں یہ تمام کمزوریاں خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہیں۔

ان اعتراضات کا مجملاً جواب اسلام کے نقطۂ نظر سے یہ ہوگا۔

(۱) اسلام نے معاشرتی خدمت کو ایمان و تقویٰ کا ضروری عنصر قرار دیا ہے۔ اسلام سرمایہ داری کا مخالف ہے۔ اس نے بالشویت کی مانند تمام انسانیت کی سُدھار اور آزادی کو پیش نظر رکھا ہے اس مقصد کی تحصیل کے لیے قوانین بھی وضع کیے گئے ہیں۔ اسلام نے غریبوں کے درجہ کو بڑھا دیا خود پیغمبر صاحبؐ نے ایک غریب کی زندگی بسر کی۔ اُنہوں نے اعلان فرمایا کہ غربت ہی ہماری شان ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ غریبوں میں زندہ رہوں، انہی میں مروں اور اُنہی کے ساتھ قیامت میں اُٹھایا جاؤں۔

(۲) اسلام نے خدا کا ایک انوکھا تصور الوہیت پیش کر کے عقل و فہم کے لیے دروازہ کھول دیا ہے۔ اُس نے انسان کی قوت تخلیل اور استخراج کو زیادہ جلا دے دیا۔

(۳) اسلامی دعا صرف رہنمائی، طاقت و مدد کی تحصیل کے لیے اُس ذات رحیم و قدیر سے اُس وقت کیجاتی ہے جبکہ انسان حتی الوسع اپنے فریضہ عمل کو پورا کر چکتا ہے۔ اس کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان ان تحریصات، نا اُمیدیوں، حیوانی خواہشات اور شہوانی جذبات کو اپنے قابو میں رکھے جو بلند اور سچے مقاصد کی تحصیل میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

بالشویت کسی روحانی اور اخلاقی بنیاد کا دعویٰ نہیں کرتی۔ چونکہ عہد حاضر میں لینن بالشویت کا سب سے زیادہ تجربہ کار استاد، رہنما اور فلسفی تصور کیا جاتا ہے پس لینن کی زندگی کے چند اقتباسات سامنے رکھ کر دیکھنا چاہیے کہ کیا اس کی تحریک کی بنیاد اخلاقی اصولوں پر ہوئی تھی لینن نے گورکی کے سوال کے جواب میں فرمایا "کس نے تم کو پڑھا دیا ہے کہ ہم لوگ اصولِ اخلاقیات پر ایمان رکھتے ہیں ؟" جب اسی کے ساتھیوں اور رفقا رکار نے ناجائز روپیہ کے وصول کرنے کو جرم قرار دیکر اس امر کی مخالفت کی تو اُس نے جواب دیا "میں تو روپیہ وصول کر کے رہونگا کیا تم لوگوں کے دماغ اس کی معقولیت اور موزونیت کے متعلق متوسط طبقہ کے وہمی نظریات سے بھرے نہیں ہیں ؟ لیکن تم لوگوں

نے میری اُس وقت کیوں تعریف کی تھی جبکہ میں نے تیلا (Tela) کے پوسٹ آفس پر چھاپا مارا تھا اور چند سکّے (روسی) حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا، حالانکہ تم لوگ اس امر سے خوب واقف تھے کہ اس میں صرف متوسط طبقہ کا سرمایہ نہیں ہے بلکہ غریب کسانوں کا بھی حصہ ہے۔ لیکن شاباش، شاباش کے فتحمندانہ نعروں سے تم لوگوں نے میرے دل کو تقویت بخشی۔ دوستو ان توہمات سے آزاد ہو جاؤ اور حق و ناحق کی فکر میں مت پڑو۔" لینن ایک دوسرے دوست کو یہ لکھتے ہوئے ذرا بھی نہ ہچکچایا "ہمیں نہ تو اخلاقیات سے کوئی واسطہ ہے اور نہ کسی قوم کے مروجہ اخلاق سے کوئی تعلق ہے" ٹراٹسکی نے ایک دفعہ رنجیدگی سے کہا کہ ہماری جماعت محض باغی بھیک مانگنے والوں کا ایک گروہ ہے" اس پر لینن نے اسے مطمئن کرنے کے لیے لکھا "ہم رومینوز (Romanous) کے جواہرات کے مالک ہیں۔ ہمارے پاس خانقاہوں اور دوسری میوزیم کے خزانے دفن ہیں، ان سب کو فروخت کر کے ہم روپیہ پا سکتے ہیں۔ ریاست کے مطبع خارجی ممالک کے بنک نوٹ بے انتہا مقدار میں چھاپ سکتے ہیں؟" اُس نے ایک دفعہ گورکی کو لکھا "ہم کلجگ میں پیدا ہوئے ہیں، لوگوں کے سروں پر تھپکی دینا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمارے آہنی ہاتھ اس بیدردی سے گرنے چاہئیں کہ لوگوں کے دماغ کی ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ان کے جسم کی ہڈیوں سے گودا باہر نکل آئے"۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف بالشویزم ہی اکیلی اس گناہ کی مرتکب کیوں ٹھہرائی جائے۔ اسلام کے علاوہ بہت سے مذاہب اور مختلف اصلاحی تحریکات نے اسے جائز قرار دیا ہے لیکن پیغمبر محمدؐ نے اسلامی مشن کی تبلیغ میں کسی طرح اکراہ اور تشدد کی اجازت نہیں دی ہے دین میں اکراہ نہیں ہے۔ (لا اکراہ فی الدین) قرآن کی تعلیم ہے۔ اسلام نے ہر جان کو قیمتی بتایا ہے۔ اسلام میں انسان کیا شکار کے جانور تک کو جسمانی اذیت دینے اور مُثلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کچھ روایتیں اس کے متعلق نقل کی جاتی ہیں۔

"وحشی جانوروں کو مُثلہ مت کرو۔ (عبداللہ جعفر) جابرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صاحب نے جاندار وں

کے مارنے اور سختی سے باندھنے کو منع کیا ہے" پیغمبرؐ صاحب کا ارشاد ہے کہ کسی جاندار کے چہرے کو داغ دینا منع ہے۔"

اسلام کے رویہ صلح پسندی اور بالشویت کی سنگیت میں کتنا فرق ہے پیغمبرؐ سے التجا کی جاتی ہے کہ وہ اپنے خونخوار دشمنوں پر لعنت بھیجیں لیکن وہ ایک جیرت انگیز جواب دیتے ہیں کہ میں دنیا کے لیے قہر و غضب نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لیکن ٹراٹسکی ایک ایسے فلسفہ کا حامی ہے جس کی پشت پر تشدد اور ظلم کام کر رہا ہے۔ اُس نے بحیثیت سردار ریاست کے ایک مرتبہ اعلان کیا کہ "ہمیں اعلیٰ و متوسط طبقے کو یکسر فنا کر دینا چاہیے، یہاں تک کہ ان کے اصل و نسب کا بھی پتہ نہ لگ سکے۔ جب پیشوایان بالشویت نے بھی مروجہ اخلاق سے انکار کر دیا تو پھر یہ ایک قدرتی امر تھا کہ عوام کے ذہن سے بھی اخلاق کے بنیادی اصول محو ہو گئے۔ حالات ان کے موافق تھے اور کسانوں اور سپاہیوں کی جماعتیں ان کے ساتھ تھیں۔ اسی لیے وہ اپنے مقصد کی تکمیل میں کامیاب رہے۔ ہنوز سرخ فوج ان کی پشت پناہی کرتی ہے۔ جائداد کی جبری ضبطی مجلس عاملہ کے حکم پر جبری کام، آزادی تقریر و انتخاب پیشہ پر پابندی روسی حکومت کی موجودہ پالیسی ہے جس کی مخالفت ناجائز قرار دی گئی ہے۔ اخلاق کی ضابطگی میں وہن اور کمزوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالشویک جانباز فتح و ظفرمندی کے بعد جنسی نظربازیوں میں بری طرح مشغول ہو گئے۔ اس کے برعکس جب جناب محمدؐ اور اُن کی فتحمند جماعت شہر مکہ میں داخل ہوتی ہے تو یہ انہی شہریوں کے ہاتھ کی ستائی ہوئی جماعت اس ظالم قوم کی خطاؤں کو فراخدلی سے معاف کر دیتی ہے اور ہر شخص آزاد کر دیا جاتا ہے۔ اگر بالشویت کے اخلاق کو لینن کے وضع کیے معیار پر پرکھا جائے تب بھی پتہ لگتا ہے کہ ان کا اخلاق اس معیار پر بھی نہ اُتر سکا۔ اخلاق سے لاپروائی روسی مصنفین کا عام شیوہ بن گیا ہے۔ عہد حاضر کی مادی تہذیب نے تمام مغربی ممالک میں بداخلاقی کی داغ بیل ڈال دی ہے۔ کیا روس کیا جرمنی و فرانس اور کیا انگلستان غرضکہ ہر ملک میں جنسی بداخلاقی روزانہ کا معمول بن گئی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ ان پر سے اخلاقی پابندیاں اُٹھالی گئی ہیں۔

بالشویت کے برعکس اسلام نے اخلاق کا ایک مکمل مجموعۂ قوانین پیش کیا ہے۔ اس کی تطبیق انسانی زندگی کے ہر شعبہ حیات میں عالمگیر طور پر کی جا سکتی ہے۔ مثلاً مذہبی، اقتصادی، معاشرتی، تجارتی، قانونی صنعتی نیز سیاسی۔ چیمبر انسا ئیکلو پیڈیا (قاموس) کا مصنف اسلام کا بڑا مداح ہے۔ اس کے نزدیک اسلام کا عظیم کارنامہ قرآن کا علم الاخلاق ہے جو مکمل ترین صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ لینن کی زندگی کا ایک سرسری مطالعہ بتلاتا ہے کہ وہ کوئی معلم اخلاق اور بذات خود پابند اخلاق نہ تھا۔ اس عہد کی نصرانیت خواخلاقیات کے فیض سے عاری تھی تو کس طرح ممکن تھا کہ بالشویت کو وہ اخلاق کے زر و جواہر سے مستفید کر دیتی۔ اس کے برعکس روسو، انقلاب فرانس کا بانی۔ ہیگل مادہ پرست، گبن عقلیت پسند۔ گوئٹے فلسفی شاعر۔ کارلائل نقاد اور اس قسم کے بہت سے لوگ اسلام کے متعلق اچھی رائے رکھتے ہیں لیکن لینن کا علم مذہب محض نصرانیت ہی تک محدود تھا۔ اسلام چند مذہبی رسومات کے مجموعہ کا نام نہیں ہے۔ کوئی بھی زید و بکر اگر اخلاقیات کا حامل ہے تو لازماً مسلمان کہلائے جانے کا مستحق ہے یا بالفاظ دیگر ہر نیک آدمی مسلم ہے۔ اسلام کی جبلیت و فطرت و نیز اُس کی سادگی کو بیان کرنے کے بعد گوئٹے سوال کرتا ہے کہ اگر یہی اسلام ہے تو کیا ہم سب اسلامی زندگی نہیں بسر کرتے۔ کارلائل کا یہ فرمانا بدرجہ اتم صحیح ہے کہ ہر مذہب اخلاقیات اور اخلاقی فرائض کا علم ہوتا ہے۔ اسی سبب سے لامذہبیت سے کسی مذہب کا وجود بہتر ہے لیکن اسلام اپنے اخلاقی نصب العین کے اعتبار سے تمام مذاہب سے سربلند ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نظریہ کے ماتحت ہر فرد اپنے افعال کا انفرادی طور پر ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ذات باری جو رحیم و کریم ہے انسان کو صراط مستقیم کی رہنمائی کرتی ہے لیکن انسان مکمل قوتِ ارادی سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ انسانوں کو راستہ دکھاتا ہے، پھر بھی لوگ منہ موڑ لیتے ہیں۔ اگر اُس نے اپنی رضا کو انسان کے افعال پر غالب کر دیا ہوتا تو یقیناً تمام عالم میں کوئی ایسا انسان باقی نہ رہتا جو جادۂ مستقیم کا رہ نورد نہ ہوتا۔

اسلام کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ہر انسان پیدائشی گناہگار ہے۔ بلکہ ہر شخص اپنی صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہر شخص کو جادۂ مستقیم پر چلنے کے مواقع فراہم کیے جائیں اگر اسے مخالف صورتِ حالات سے دوچار نہ ہونا پڑے تو وہ کبھی بھی غلط راستہ پر نہیں چلیگا۔ اگر ایک شخص جھوٹ بولتا ہے یا چوری کرتا ہے تو اُس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پیدائشی دروغگو یا چور ہے بلکہ صورتِ حالات اور لوازمات زندگی کی اشد ضرورتیں اسے بدافعالی پر مجبور کر دیتی ہیں۔ ماہرین اخلاق وصاحبان روحانیت وواضعین قوانین نے جو کچھ انسان کی اخلاقی رہنمائی کے لیے وضع کر دیا ہے وہی اسلام نے بھی اخلاق کی پاکیزگی اور برتری کے لیے وضع کیا ہے، لیکن اسلام کی ندرت اس حقیقت میں ہے کہ اسلامی قوانینِ اخلاق محض کاغذ اور زبان ہی پر نہ رہے بلکہ ان کو نبی آخرالزماں اور ان کے خلفائے عملی جامہ پہنایا۔ ایک فاضل ہندو لکھتے ہیں "کہ حقیقۃً اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہنوز اس کے بانی کی صحیح روح اپنی پوری شکل میں کار فرما ہے۔ محمدؐ کا جذبہ اور وہ جذبہ جسے آج ہر مسلم فرد اپنے دل میں پرورش کرتا ہے بعینہ ایک ہے۔ بہت سے ایشیائی ممالک مثلاً تبت، سیام، جاپان، لنکا، برما، چین بدھی ممالک کہلاتے ہیں، لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ اگر گوتم بدھ دوبارہ ان ممالک میں قدم رکھیں تو وہ ان علاقوں میں اپنے کو اجنبی خیال فرمائینگے"۔

اسلام کا نادر ترین کارنامہ یہ ہے کہ اس نے نااُمیدی کا مکمل طور سے انسداد کر دیا ہے جس کی وجہ سے خودکشی بھی پورے طور پر بند ہو گئی حالانکہ برطانیہ میں تقریباً پانچ ہزار افراد ہر سال خودکشی کے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں

اسلام کے مقابلہ میں بالشویت کی وسعت ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس نے انسانی نظریہ سیاسیات، معاشریات واقتصادیات کے بارے میں ایک دوسرا ہی زاویہ نگاہ پیدا کر لیا ہے۔ بالشویت حد سے زیادہ مادیت کی تعلیم دیتی ہے اس کی مملکت میں انسانی جذبات وخواہشات کا کوئی گذر

نہیں۔ اور کبھی کبھی یہ انسانی فطرت کو بھی ٹھکرا دیتی ہے۔ اصولی اعتبار سے ذاتیات کی قدر و منزلت گھٹیا سمجھی جاتی ہے مگر عمل میں چند افراد کی بزرگی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ لینن بالشویت کی نظر میں فوق الانسان ہے۔ بالشویت انسان کی صلاحیت و افراد کے فطری قیود سے منحرف ہے اور اس کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ انسان کے گرد و پیش ایسا ماحول پیدا کر دے کہ افراد اپنی حیوانی خواہشات کی تکمیل کر سکیں۔ بالشویت کا مطمح نظر صرف یہ ہے کہ روٹی اور جائداد ہر فرد میں برابر برابر تقسیم ہوتی رہے۔ اسے اسلام کی طرح دماغی سرور و روحانی طمانیت سے کوئی سروکار نہیں تمام دنیا کو مزدوروں کی دنیا بنا دینا اس کا مقصد ہے۔ اور اس کا موجودہ مقصد یہ ہے کہ کسی طرح دنیا میں مزدوروں کی آمریت کا قیام عمل میں آجائے۔ لیکن اسلام ایک ارفع اور بلند تر مقصد کی تحصیل کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ اس کے ذہن میں عالمگیر برادری کا تخیل ہے۔ یہ سماج کی طبقہ وارانہ تقسیم کے داغوں کو صفحۂ عالم سے محو کر دینا چاہتا ہے۔ یہ ایک نیا معیار قائم کرتا ہے۔ خوبی، بزرگی اور اخلاق کا۔ اسلام انسانی آمریت کا بنیادی طور پر مخالف ہے، چاہے وہ انفرادی ہو یا جماعتی۔ یہ بید کو اس حد تک موڑنے کی اجازت دیتا ہے جس حد تک پہنچ کر وہ ٹوٹ نہ جائے۔ یہ انسان کے فطرتی قیود اور اس کے جوہر و صلاحیت کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں صرف نیک عمل کی اجازت دیتا ہے اور برے عمل سے روکتا ہے۔

اسلامی اشتمالیت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حکومت افراد کے ذاتی مہمات میں دخل انداز نہیں ہوتی اور نہ انفرادی آزادی کو غصب کرتی ہے لیکن پھر بھی ناممکن ہے کہ کوئی فرد دوسرے کو لوٹے کریا ماجائز فائدہ اٹھا کر مالدار بن سکے یا دولت و سرمایہ کا غلط استعمال کر سکے۔ پس یہ کہنا بجا ہے کہ نبی آخر الزمانؐ اور ان کے خلفاء نے ایک اشتمالی حکومت قائم کی لیکن بغیر طبقہ وارانہ جنگ کے اور بغیر جائداد کی جبریہ ضبطی اور بغیر کام کرنے کی آزادی کے لوگوں کو محروم کیے ہوئے۔